رثائی تلمیحات کے مذہبی شاعری پر اثرات

THE IMPACTS OF ELEGIAC ALLUSIONS/TALMEEHAT ON RELIGIOUS POETRY

راحت نسرین
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد
ڈاکٹر سعید احمد
چیئرمین، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

ABSTRACT:

Elegy is considered a lament for the departed souls, yet after the great incident of Karbala where HazratHussain and his clan was brutally martyered for the cause of upholding the truth, the elegy had advented with new meaningness and later on was associated with the lamenting and describing attributed of the matchless bravery of the Hussain and his companions. Urdu poetry has a long history of elegiac literature, and thousands of similes,metaphors and allusions have been evovled out of the Karbala discourse which are termed as elegiac allusions. These elegiac allusions have casted irrefutable and permanent impacts on Religious Urdu poetry. This article is a key attempt to explore these impacts. The elegiac allusions have broadened the discourse and scope of the religious poetry.

کلیدی الفاظ

(Key Words): رثائی اثرات (Elegiac Impacts)، رثائی تلمیحات (Elegiac Allusions)، اختراعی (Innovative)، مذہبی شاعری (Religious Poetry)، شخصی تلمیح (Allusion of Persona)

مذہبی ادب سے مراد وہ ادب ہے جو مذہبی دائرۂ کار میں مقدس مذہبی موضوعات کے ارد گرد گھومتا ہے اور تقدیسی شاعری کے دائرۂ کار میں حمد و نعت سے لے کر منقبت، مرثیہ وغیرہ پر مشتمل ہے۔ گویا مذہبی شاعری ہی تقدیسی شاعری ہے۔ مذہبی شاعری کے حوالے سے میں سب سے زیادہ پذیرائی حمد اور نعت کو حاصل

ہوئی ہے۔ اس کے بعد مرثیہ نے بہت پذیرائی حاصل کی لیکن یہاں یہ بات انتہائی خوش گوار حیرت کا باعث ہے کہ مرثیہ میں سانحۂ کربلا کے تذکار اور فضائلِ اہلِ بیتؑ کے حوالے سے جو تلمیحات استعمال ہوئی ہیں، ان کی شناخت مرثیہ ہی کے ساتھ ہو گئی۔ اسی وجہ سے انھیں رثائی تلمیحات کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ مرثیہ میں استعمال ہونے والی تلمیحات نے نہ صرف اردو مرثیہ کے کینوس کو وسعت دی بلکہ دیگر اصنافِ سخن پر بھی دُور رس اثرات ڈالے۔ جس کی وجہ سے نئی نئی معنویت کی حامل تلمیحات اردو میں درآئیں جن کی علامتی معنویت بھی مسلّم ہے، جیسے یزید ایک رثائی تلمیح بھی ہے اور ظلم و بربریت اور باطل کی علامت بھی۔ اسی طرح کی سیکڑوں مذہبی تلمیحات اردو شاعری کا دائرہ وسیع کرنے میں مددگار ثابت ہوئیں۔ آگے بڑھنے سے پیشتر مرثیہ اور اس کے الحاقات کو سمجھنا لازم ہو گا۔ مرثیہ عربی لفظ "رثا" سے بنا ہے جس کے لغوی معنی "مرنے والے کا ذکرِ خیر" کے ہیں۔ شاعری کی اصطلاح میں مرثیہ وہ صنفِ سخن ہے جس میں کسی مرنے والے کی تعریف و توصیف بصد حسرت و غم بیان کی جاتی ہے۔

روایتی معنوں میں مرثیہ سے مراد وہ مسلسل نظم ہے جس میں حضرت امام حسینؓ اور دیگر شہدائے کربلا کے فضائل اور مصائب کا ذکر کیا جاتا ہے۔ دیگر زبانوں کی طرح اُردو زبان میں بھی مرثیہ کا مروجہ مفہوم یہی ہے۔ مرثیہ ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں کسی کی موت یا شہادت پر اس کے اوصاف بیان کر کے رنج و غم کا اظہار کیا جائے۔ اردو میں مرثیہ کا لفظ میدانِ کربلا میں حضرت امام حسینؑ اور ان کے دیگر رفقاء کی شہادت کے بیان سے مخصوص ہو گیا ہے۔ دیگر لوگوں کی موت پر کہے جانے والے مرثیوں کو شخصی مرثیہ یا تعزیتی نظم کہا جاتا ہے۔

مرثیہ کا ابتدائی حصّہ چہرہ کہلاتا ہے۔ چہرہ دراصل مرثیہ کی تمہید ہے۔ اس میں مختلف موضوعات دیکھنے کو ملتے ہیں مثلاً مناظرِ فطرت، قلم یا شعر کی تعریف، شاعرانہ تعلّی، صبح و شام کا بیان۔ تمام مرثیہ میں بالعموم اور مرثیہ کے چہرہ اور تمہید میں بالخصوص محاکات نگاری کو بڑا دخل ہے لہٰذا تمہید یا چہرہ لکھنے کے لئے محاکات نگاری کی اچھی خاصی مشق ہونی چاہیے۔ مرثیہ کے دوسرے حصے میں شاعر شہید کا سراپا بیان کرتا ہے۔ مثلاً اس کے خدوخال، قد و قامت اور شان و شوکت وغیرہ اور اس دیگر اخلاقی خوبیوں اور ماورائی طاقتوں کو بیان کرتا ہے۔ مرثیہ کا یہ حصہ خصوصی خوبصورتی کا حامل ہوتا ہے اور اس میں شاعری پر زیادہ عبور و تسلط کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ حصہ اکثر شاعرانہ غلو سے مملو ہوتا ہے۔

لہٰذا جگہ جگہ شاعر کو یہ لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ شاعرانہ غلو کے ساتھ کہیں شرک کی وادی میں قدم نہ رکھ دے۔ رخصت تیسرا حصہ ہے۔ کربلا کے میدان میں ہر شہید نے میدان جہاد میں جانے سے قبل اپنے آقا و مولا سے اجازت طلب کی اور اپنے اہلِ خانہ، دوست احباب سے رخصت لی۔ اس لئے یہ رخصت مراثی کا ایک

جزو بن گئی۔ رخصت کو بیان کرنے کے لئے ضروری ہے کہ شاعر مقتل سے آگاہ ہو کر تاریخ کو تخیل اور احساس کے پیرائے میں بیان کرے۔ مرثیہ کے اس حصہ میں شہید کے اشتیاقِ شہادت کے ساتھ ساتھ اس کے اعزاء و اقربا کے غم واندوہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ رخصت کے بعد میدانِ جہاد میں آمد کا حال بیان کیا جاتا ہے یہاں مرثیہ میں ایک جوش وخروش نظر آتا ہے اور شاعر جذباتیت کے عروج پر ہوتا ہے۔ اس حصہ کو آمد کہتے ہیں۔ عربوں کا رواج تھا میدانِ جنگ میں آکر مبارز طلبی کیا کرتے تھے اور اپنا تعارف کرواتے تھے۔ اس تعارف میں اپنے آباؤ اجداد کے اوصاف و کمالات کے بیان کے ساتھ اپنی بہادری کا تذکرہ بھی کرتے تھے اور دشمن پر اپنی برتری کو قبل از جنگ ثابت کرنے کے لئے اشعار یا تقریر کا سہارا لیتے تھے، جس کو رجز کا نام دیا جاتا تھا۔ کربلا کے شہداء کے بارے میں لکھے جانے والے مراثی میں رجز کا بیان تقریباً جزوِ لاینفک رہا ہے۔

رجز کے بعد شاعر جنگ کے مناظر پیش کرتا ہے۔ جس میں تلوار، گھوڑا، جنگ کا انداز اور دلاوران کی بے جگری کا بیان ہوتا ہے۔ شاعر اس حصہ میں اپنے زیرِ نظر دلاور اور جنگ آور کی رزمیہ صلاحیتوں کا بیان کرتا ہے۔ یہ حصہ جوش ولولہ کے ساتھ ساتھ درد والم کا بیان بھی سمیٹتا ہے۔ جنگ کے بعد شاعر اپنے دلاور کی شہادت کے حال کو بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے، یہاں شاعر شدید رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اپنے الفاظ کے ذریعے درد و الم کا ایسا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ ہر سننے والے کی آنکھ اشک بار ہو جائے۔ یہاں واقعتاً شاعر کی شعری مہارت کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ سامعین و قارئین تک اس درد واَلم کی کیفیت کو پہنچانے میں کامیاب ہوا ہے یا نہیں جس کو اس نے خود محسوس کیا ہے۔ بین میں شاعر اس حالت کو بیان کرتا ہے کہ جب شہادت کے بعد خبر شہادت یا شہید کی میت عزیز و اقارب تک پہنچتی ہے تو وہ کس طرح سے بین کرتے ہیں کچھ بے قرار ہوتے ہیں اور کچھ صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ آخری حصہ مرثیہ میں ہمیشہ اختیاری رہا ہے یعنی کبھی شعراء نے مرثیہ کے اختتام پر دعا اور مدعا کو نظم کیا ہے تو کبھی بغیر دعا کے ہی مقطع پر مرثیہ کا اختتام کر دیا ہے۔

جہاں تک رثائی تلمیحات کا تعلق ہے تو یہ تلمیحات کی ایسی قسم ہے جو اُردو مرثیہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ ایسی تلمیحات جو کربلا میں پیش آنے والے واقعات اور اہلِ بیتؑ سے علاقہ رکھتی ہیں اور حضرت امام حسین اور ان کے جاں نثاروں کی شہادت اور اس کے بعد کے واقعات کی طرف اشارہ کرتی ہیں، وہ سبھی رثائی تلمیحات کے زمرے میں آتی ہیں۔ رثائی تلمیحات کا پس منظر اُردو مرثیہ کا وہ وسیع ترکینوس ہے جو کئی صدیوں کی مسافت سے متشکل ہوتا آیا ہے۔

رثائی تلمیحات نے بلاشبہ اُردو مرثیہ کو جہاں وقیع بنایا ہے وہاں اردو شاعری کو بھی معنوی اور جمالیاتی لحاظ سے وقیع تر بنا دیا ہے۔ اردو مراثی میں تلمیحات کے پر زور استعمال نے ایک بے پناہ معنویت اور نیا پن پیدا کیا ہے جو بلاشبہ رثائی تلمیحات سے قبل نہیں تھا۔ اردو مرثیہ میں کہیں نہ کہیں زمینِ کربلا سے جڑے استعارے

اور علائم و رموز کا عمل دخل بھی ہے لیکن تلمیح کی اپنی ایک معنویت ہے جو ایجاز و اختصار کے حوالے سے بے مثل ہے۔ اردو مرثیے میں پہلی بار ایسی تلمیحات استعمال ہوئی ہیں جو اردو شاعری میں پہلے نہیں تھیں اور اس طرح سے رثائی تلمیحات کے نئے ذخیرے نے اردو شاعری کی معنوی اور جمالیاتی سرحدوں کو مزید وسیع کر دیا ہے۔ رثائی تلمیحات کے دائرۂ کار میں مقدس شخصیات و مقامات، نسبتوں، فرامین و کتب کو لایا گیا ہے۔ ان تلمیحات نے اردو شاعری اور مرثیے دونوں کو ایک نئے اسلوبِ بیان سے روشناس کروایا۔ رثائی تلمیحات کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ انھیں پوری طرح شمار نہیں کیا جا سکتا۔

تاہم اردو مرثیے سے جو رثائی تلمیحات اردو شاعری میں آ کر کثرت سے استعمال ہوئیں، ان میں دریائے فرات، کوفہ، ید اللہ، فاتح خیبر، زہرا، عباس، شبیر، حسین، حسن، علی اصغر، علی اکبر، ام البنین، کربلا، وجہہ اللہ، ضربۃ الثقلین، آلِ عمران، بو تراب، گلشنِ زہرا، جعفر، ابو طالب، ملکۃ العرب، خدیجہ، قلزمِ نور، قصرِ شام، یزید، دُلدُل، تسبیح فاطمہ، نہرِ فرات، دجلہ، معسکرِ حسین، سورۂ یٰسین، سورۂ فجر، سورۃ الاخلاص، سورۃ الحمد، منکر و نکیر، کوثر و تسنیم، اسد اللہ، شیرِ خدا، قاب قوسین، طوبیٰ، چادرِ تطہیر، شمر، ابنِ زیاد، نمیر، مختار، حُر، قاسم، جمشید، مرحب، حارث، نوکِ سناں، حیدر، درِ حیدر، امام سجاد، مہدی، صادق، امام عسکری، علی نقی، علی متقی، سلسبیل، سبیلِ حسین، صفین، جمل، عید مباہلہ، پنج تن پاک، شہسوارِ رسول، ذوالفقار، عاشورہ، عقیل، مسلم، عمر سعد، بنی اسد، طب، حسنین، زینب، بنتِ زہرا، محمد بن حنفیہ، سید شباب اہل الجنۃ، زکی، طیب، رشید، وفی، مبارک نافع، الدلیل علی ذات اللہ، والتابع لمرضاۃ اللہ، سید الشہداء، قتیل العبرات، ثاراللہ، امام سجاد، مولودِ کعبہ، شاہ، و، لا، ابو الغرباء، ابو الفقراء، وصی، یعسوب الدین، امیر المومنین، خاتم الوصیین، مولا، مولائے عرب، حجۃ اللہ، صبغۃ اللہ، شعب ابی طالب، وارثِ نبوت، راکبِ دوش، نفسِ رسول، قرآنِ ناطق، نفسِ ناطق، نائب امام، خطیب اعظم، مفتی اعظم، آیۃ اللہ، حجۃ الاسلام، ورقہ بن نوفل، ایلیا، صدیق، صدیق الاکبر، ہادی، خیبر شکن، المرتضیٰ، انزاع البطین، ولی اول، ولی کامل، منبعِ ولایت، خیر النساء، اُم الحسن، مریم کبریٰ، لیلۃ القدر، صاحبہ تطہیر، صورۃ البحرین، بتول، سیدہ عالم، سیدۃ النساء، عذراء، باسطہ، زکیہ، طاہرہ، راضیہ، اُم الائمہ، اُم الحسین، اُمِ ابیہا، حرہ، سماویہ، نوریہ، منصورہ، شہیدِ کربل، اصحابِ حسین، معرکہ حق و باطل، نجف، میر نجف، لافتیٰ الا علی، مقصودِ کائنات، اندازِ کوفی و شامی، بیعتِ حاکم، کفار، بیعتِ یزید، دشتِ وفا، اسیرانِ کربلا، اسیر شام، ظلِ دامنِ حیدر، شامِ غریباں، مدینۃ العلم، باب مدینۃ العلم، دوشِ پیمبر، سردارِ جناں، لختِ جگرِ مرتضیٰ، شہیدانِ نینوا، خیمۂ صبر و رضا، آفتاب کا سر، خانۂ زہرا، فاتحِ کرب و بلا، روضۂ شبیر، جگر گوشۂ بتول، خاکِ شفا، خاکِ کربلا، شہ مظلوم، نہج البلاغہ، دربار، شام، فوجِ یزید، غازیٔ اکبر، روضۂ حیدر کرار، بابِ جنان، ضرب یداللہی، سجدۂ شبیری، ارضِ

مقتل، وارثِ چمن، نازِ بشریت، سبطِ نبی، سبطِ پیمبر، شہید انِ وفا، بازوئے حیدر، ضربِ حیدر وغیرہ ایسی تلمیحات ہیں جو اردو شاعری میں مرثیہ سے آئی ہیں۔

گویا یہ تمام رثائی تلمیحات ہیں جو بعد ازاں اردو شاعری میں جستہ جستہ استعمال ہوئی ہیں اور ان کی ایک پوری روایت قائم ہو گئی ہے۔ ذیل میں رثائی تلمیحات کی روایت اردو کے بڑے بڑے شعرا کے ہاں سے دی جا رہی ہے۔ میرؔ و غالبؔ سے لے کر مرثیہ گو شعرائے اردو اور غزل کے معروف شعرا کے ہاں رثائی تلمیحات کی روایت دیکھی جا سکتی ہے۔

میں علیؑ کو خدا نہیں جانا پر خدا سے جدا نہیں جانا
جو معتقد نہیں ہے علیؑ کے کمال کا ہر بال اس کے تن پہ ہے موجب وبال کا
ہمت دے بادِ تند کو ایسی کہ بعدِ مرگ مشتِ غبار میرؔ نجف پہنچے یا علیؑ
[۱]

میر تقی میرؔ کے مندرجہ بالا اشعار میں "علی" اور "نجف" ایسی تلمیحات ہیں جو رثائی ادب کا حصہ ہیں۔ نجف وہ جگہ ہے جہاں حضرت امام علیؑ کا مرقد اقدس موجود ہے۔ لہٰذا یہ تلمیحِ مکانی ہے۔ ان تلمیحات کو نہ صرف مرثیہ گو شعرا نے استعمال کیا بلکہ غزل کے شہسواروں نے بھی اپنے کلام میں برتا ہے۔ اسی طرح غالب کے ہاں اسی قسم کی تلمیحات دیکھیے:

مشکیں لباسِ کعبہ علیؑ کے قدم سے جان
نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے [۲]

غالبؔ ندیمِ دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغولِ حق ہوں بندگی بوترابؑ میں [۳]

کس سے ہو سکتی ہے مداحیٔ ممدوحِ خدا
کس سے ہو سکتی ہے آرائشِ فردوسِ بریں [۴]

غالب نے "لباسِ کعبہ"، "علی"، "بوتراب" اور "ممدوحِ خدا" جیسی رثائی تلمیحات کو استعمال کر کے اشعار میں حیرت آثار طور پر نئی معنویت پیدا کی ہے۔ ان تلمیحات سے جہاں شعر کی معنویت میں اضافہ ہوا ہے وہاں اس کی موضوعی جمالیات کی سرحدیں بھی وسیع تر ہوئی ہیں۔ پہلے شعر میں "نافِ زمین" اور "نافِ غزال" کی تقابلی مصطلحات نے بھی مضمون آفرینی پیدا کی ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ نافِ زمین کی ترکیب نے نیا پن پیدا

کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ اردو نعت اور مرثیہ ہی میں رثائی تلمیحات کے استعمال کا رواج عام ہوا اور اس کے اثرات مرتب ہوئے بلکہ یہ تلمیحات عمومی مزاج کی غزل، نظم، مثنوی، رباعی اور دیگر اصنافِ شعر میں بھی اتنے ہی طاقتور اثرات مرتب کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں اور ان اصنافِ سخن میں انھیں پوری طرح دیکھا جا سکتا ہے۔ غالب کے دیوان میں ایسے بے شمار غزلیہ دیکھے جا سکتے ہیں جن میں غالب نے رثائی تلمیحات کو استعمال کیا ہے۔ اسی طرح تقدیسی اردو شاعری پر رثائی تلمیحات نے بہت زیادہ اثرات مرتب کیے۔ ان تلمیحات سے تقدیسی شاعری میں معنویت کے اعتبار سے زیادہ گہرائی اور گیرائی پیدا ہوئی۔ رثائی تلمیحات کے استعمال کے حوالے سے میر انیسؔ اور میر زا دبیرؔ کے نام بہت اہم ہیں۔ میر انیس نے جہاں شخصی تلمیحات کو برتا وہاں مرثیہ سے جڑی مکانی تلمیحات کو بھی اپنے مراثی میں اپنایا ہے۔ جیسے کربلا، نجف، شام، کوفہ، بصرہ، دریائے فرات، دجلہ اور اسی طرح دیگر مکانی تلمیحات بھی ان کے مراثی میں جا بہ جا نظر آئی ہیں۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ میر انیسؔ نے تخلیقی بنیادوں پر مرثیے کو ترقی دی اور شاندار قسم کی رثائی تلمیحات اختراع کیں، ملاحظہ کیجئے:

آج شبیرؑ پہ کیا عالمِ تنہائی ہے — ظلم کی چاند پہ زہراؑ کی گھٹا چھائی ہے
اس طرف لشکرِ اعدا میں صف آرائی ہے — یاں نہ بیٹا نہ بھتیجا نہ کوئی بھائی ہے

[۵]

جب رن میں سر بلند علیؑ کا علم ہوا — فوجِ خدا پہ سایۂ ابرِ کرم ہوا
وہ شان اُس عَلم کی وہ عباس کا جلال — نخلِ زمردی کے تلے تھا علی کا لال
پرچم پہ جان دیتی تھیں پریوں کا تھا یہ حال — غل تھا کہ دوشِ حور پہ بکھرے ہوئے ہیں بال

[۶]

تھا پنجتن کا نور جو پنجے میں جلوہ گر
اعمیٰ کی پتلیوں میں بھی تھا روشنی کا گھر [۷]

میر انیس نے مندرجہ بالا اشعار میں شبیرؑ، لشکرِ یزید، فوج خدا یعنی لشکرِ حیدر کرارؑ، علیؑ اور پنجتنؑ جیسی رثائی تلمیحات استعمال کی ہیں جو شخصی تلمیحات کے زمرے میں آتی ہیں۔ یہ تلمیحات اپنے الحاقات میں جو الفاظ اختراع کرنے کا سبب بنیں ان میں "اعمیٰ" یعنی اندھا یا بے بصیرت جیسے الفاظ ہیں جن سے مراثی میں لفظیات اور زبان و بیان کے حوالے سے وسعت پیدا ہوئی۔ میر انیس کے مراثی میں استعمال ہونے والی رثائی تلمیحات نے بلاشبہ اردو شاعری کے دامن کو جمالیاتی اور زورِ بیان کی سطح پر وسیع کیا۔ جبکہ دوسری جانب مرزا دبیر کے

مراثی میں رسولوں کے متعلق تلمیحات جنھیں تلمیحاتِ رُسل کہا جاتا ہے اور اسی طرح اسلامی تلمیحات کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔

عیسیٰ نے بھی سیکھی ہے مسیحائی ہمیں سے
ایوب نے کی اخذ شکیبائی ہمیں سے
اور مہر سلیمان کو بھی ہاتھ آئی ہمیں سے
ہم بندوں سے صانع نے کمال اپنا دکھایا
حکم اپنا، وقار اپنا، جلال اپنا دکھایا

[۸]

مندرجہ بالا اشعار میں دبیر نے جنابِ عیسیٰؑ، ایوبؑ اور حضرت سلیمانؑ سے متعلق تلمیحاتِ رُسل کا استعمال کیا ہے۔ اسی طرح مرزا دبیر نے اپنے مراثی میں جنابِ حضرتِ عباس ابن علیؑ کے رعب و دبدبے اور ہیبت وکراری کو رثائی تلمیحات کی زینت بنا کر پیش کیا ہے، ان کے چند اشعار دیکھیے:

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے — رن ایک طرف، چرخِ کہن کانپ رہا ہے
رستم کا بدن زیرِ کفن کانپ رہا ہے — ہر قصرِ سلاطینِ زمن کانپ رہا ہے
شمشیر بکف دیکھ کے حیدر کے پسر کو — جبریل لرزتے ہیں سمیٹے ہوئے پر کو

[۹]

انیس و دبیر کے بعد رثائی تلمیحات کے بڑے ناموں میں خواجہ حیدر علی آتش کا نام آتا ہے۔ خواجہ حیدر علی آتشؔ کا ایک شعر ملاحظہ کیجیے جس میں 'حسینؑ' اور 'ابن زیاد' جیسی رثائی تلمیحات استعمال ہوئی ہیں:

دشمن جو ہو حسین علیہ السلام کا
آتشؔ نہ کم سمجھ اسے ابنِ زیاد سے [۱۰]

ابنِ زیاد یہاں ایک شخصی تلمیح ہے جو رثائی ادب میں کثرت کے ساتھ استعمال ہوئی ہے۔ ابنِ زیاد یزید ملعون کا گورنر تھا جو واقعہ کربلا کے وقت کوفہ میں تعینات تھا اور یہ مرجانہ نامی کنیز کا بیٹا تھا۔ چونکہ اس کے والد کا نام نامعلوم تھا، اس لیے ابن زیاد کو ابنِ مرجانہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اسی بدبخت نے حضرت مسلم بن عقیلؑ کو کوفہ میں گرفتار کروا کر شہید کر دیا تھا۔ یہ پہلے بصرہ کا والی تھا لیکن جب امام حسینؑ کے سفر کوفہ کی اطلاع یزید کو ملی تو یزید نے ابنِ زیاد کو حضرت حسینؑ کو روکنے کے لیے کوفہ کا والی مقرر کر دیا۔ انتہائی بے رحم اور سفاک تھا۔ حضرت حسینؑ کی شہادت اور ان پر لشکر کشی کا ذمے دار یہی شخص تھا۔ اردو مرثیوں میں ابنِ زیادہ کو

غاصب،، ظالم، قاتل اور سفاک کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ بیدم شاہ وارثی کے ہاں بھی اس قسم کی تلمیحات موجود ہیں۔ یہ اشعار ملاحظہ کیجئے:

دستِ الٰہ کیوں نہ ہوں شیر خدا علیؑ — مقصود ہل اتیٰ ہیں شہِ لافتیٰ علیؑ
جس طرح ایک ذاتِ محمدؐ ہے بے مثال — پیدا ہوا نہ ہوگا کوئی دوسرا علیؑ
بیدمؔ یہی تو پانچ ہیں مقصودِ کائنات — خیر النساؑ، حسینؑ و حسنؑ، مصطفیٰؐ، علیؑ

[۱۱]

ان اشعار میں بہت ساری رثائی تلمیحات استعمال ہوئی ہیں۔ ان میں دستِ الٰہ، شیر خدا، لافتیٰ، مقصود ہل اتیٰ، علی، مقصودِ کائنات، خیر النساء، حسین، حسن اور مصطفیٰ ﷺ'' شامل ہیں۔ اردو شعرا نے کربلا کو علامتِ حق اور فضیلتِ آلِ نبی کا مخزن قرار دیا۔ اسی وجہ سے رثائی تلمیحات کے زیادہ انسلاکات کربلا اور اس کے متعلقات سے بنتے ہیں۔ اسی طرح ان کی ایک اور منقبت دیکھئے جس میں رثائی تلمیحات کا استعمال کیا گیا ہے اور تلمیحات کی جمالیاتی صورت کو بہ اندازِ احسن نبھایا گیا ہے:

کعبۂ دل، قبلۂ جاں طاق ابروئے علی — ہو بہو قرآنِ ناطق مصحف روئے علی
خاک کے ذروں میں عطر بو ترابی کی مہک — باغ کے ہر پھول سے آتی ہے خوشبوئے علی
اے صبا کیا یاد فرمایا ہے مولا نے مجھے — آج میرا دل کھنچا جاتا ہے کیوں سوئے علی

[۱۲]

مندرجہ بالا اشعار میں بیدم وارثی نے "قرآنِ ناطق" کی تلمیح کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ استعمال کیا ہے جو اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب جنگِ صفین میں معاویہ ابنِ سفیان نے نیزوں پر قرآن کو بلند کر کے کہا کہ ہم قرآن کی حکمیت پر راضی ہیں تو نہج البلاغہ کے مطابق مولا علیؑ نے فرمایا''انا القرآن الناطق" یعنی میں قرآنِ ناطق ہوں، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نے اپنے آپ کو قرآن کی عملی تفسیرِ مجسم قرار دیا تھا۔ اسی تلمیح کو اردو مراثی میں بہت زیادہ استعمال کیا گیا ہے۔ رثائی تلمیحات ہر ایک شاعر کی تقدیسی یا مذہبی شاعری میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

امیر مینائی کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

جو کربلا میں شاہِ شہیداں سے پھر گئے
کعبہ سے منحرف ہوئے قرآں سے پھر گئے [۱۳]

اسی طرح لفظ "کربلا" بذاتِ خود ایک گہری معنویت کا حامل ہے جو تاریخی و مکانی تلمیح بھی ہے اور اُردو مرثیے میں کثرت کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ لفظ کربلا کو بہت سے اردو شعرا نے استعمال کیا ہے لیکن یاس یگانہ چنگیزی نے سب سے انوکھے انداز میں اس تلمیح کو اپنے ایک شعر میں باندھا ہے، ملاحظہ کیجئے:

ڈوب کر پار اتر گیا اسلام
آپ کیا جانیں کربلا کیا ہے [۱۴]

کربلا کو ایک خوبصورت استعارے کے طور پر اقبال نے بھی بڑے ماہرانہ انداز میں استعمال کیا ہے۔ اقبال نے اس تلمیح کو ظلم و ستم کے خلاف استقامت اور اسلام کے حقیقی رہبر کی لازوال قربانی کے طور پر استعمال کیا ہے جس نے اسلام کو ایک نئی زندگی عطا کی۔ رثائی تلمیحات کا سب سے زیادہ جمال آثار استعمال علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے کیا ہے۔ ان کے ہاں مذہبی شاعری کی کمی نہیں ہے۔ ان کی نہ صرف نظم اور غزل بلکہ باقی تمام اصنافِ شاعری اسلام اور قرآن کے رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔ اقبال نے تلمیحات کو ایک نئی معنویت اور اسلوبِ بیان کی تازگی کا منفرد زاویہ عطا کیا ہے۔ ان کے چند اشعار ملاحظہ کریں جن میں رثائی تلمیحات کا استعمال ہوا ہے:

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی [۱۵]

رونے والا ہوں غریبِ کربلا کے غم میں مَیں
کیا دُرِ مقصد نہ دیں گے ساقیٔ کوثر مجھے [۱۶]

اِک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری
میراثِ مسلمانی ، سرمایۂ شبیریؑ [۱۷]

صدقِ خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں، بدر و حنین بھی ہے عشق [۱۸]

اسی طرح جدید اردو شعرا کے ہاں بھی رثائی تلمیحات کا استعمال بھی عام ہے۔ ان کی جدید لب و لہجے کی حامل تقدیسی شاعری میں رثائی تلمیحات ہار میں پروئے ہوئے موتیوں کا کام کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں یاد رہے کہ تقدیسی ادب کو اختراعی نوعیت کی رثائی تلمیحات کا سب سے قیمتی اثاثہ دینے والے ایک شاعر محسن نقوی بھی ہیں جنھوں نے رثائی تلمیحات کے اختراع میں اجتہاد سے کام لیا ہے۔ انھوں نے اپنی اجتہادی فکر کے سہارے نئے نئے الفاظ و تراکیب تراشے ہیں اور تشبیہات و استعارات کا جو نظام قائم کیا ہے، وہ روایتی نہیں بلکہ مجتہدانہ علم

وبصیرت کا مظہر بن گیا ہے۔ ان کی ایک منقبت میں "بحرینِ تقدس، عارض کا والفجر سے تشابہ، گیسوئے حسین کا والیل سے تشابہ، ابرو قوسینِ شبِ قدر کا استعارہ ہونا، گردن کا اوجِ ثریا ہونا، بازوؤں کے لیے توحید کے علم کا استعارہ، سینے کا رمزِ دلِ ہستی ہونا، پلکوں کا الفاظِ لوح و قلم ہونا، باتوں کو طوبیٰ کی چٹکتی ہوئی کلیوں سے تشابہ اور نقشِ قدمِ حسینؑ کا بوسہ گہ رُف رَفِ جبریل" مجتہدانہ رثائی تلمیحات کا ایک ایسا مبروک منظر نامہ تشکیل دیتے ہیں جو آنکھوں کو خیرہ اور قلب کو سکینت عطا کرتا ہے۔ چند ایک شعرا کے ہاں سے نمونے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں:

دشت میں خونِ حسین ابن علی بہہ جائے
بیعتِ حاکمِ کفار نہ ہونے پائے [۱۹]

وہی پیاس ہے وہی دشت ہے وہی گھرانا ہے
مشکیزے سے تیر کا رشتہ بہت پرانا ہے [۲۰]

خوش آئے تجھے شہر منافق کی امیری
ہم لوگوں کو سچ کہنے کی عادت بھی بہت ہے [۲۱]

تو نے صداقتوں کا نہ سودا کیا حسینؑ
باطل کے دل میں رہ گئی حسرت خرید کی [۲۲]

صبر کی ڈھال تیغ کو کرتی ہے کُند کس طرح
کوئی اگر یہ سن سکے کہتی ہے کربلا کہ یوں [۲۳]

اقبال کے اشعار میں "مقامِ شبیری، اندازِ کوفی و شامی، غریبِ کربلا، سرمایۂ شبیری اور صبر حسین" ایسی تلمیحات ہیں جو بلاشبہ اقبال کی اختراعی نوعیت کی رثائی تلمیحات ہیں اور علامہ نے ان سے ایک نئی معنویت پیدا کی ہے۔ جوش ملیح آبادی کے ہاں بھی رثائی تلمیحات کی کمی نہیں ہے، انھوں نے بڑی مہارت کے ساتھ جگہ جگہ رثائی تلمیحات کو استعمال کیا ہے۔ اپنے مراثی اور منقبت میں کربلا، حسین، شبیر اور مختلف النوع تلمیحات استعمال کی ہیں۔

خلاصہٴ کلام یہ کہ جدید اردو شعرا میں سے مصطفیٰ زیدی، افتخار عارف، شکیل جاذب، پروین شاکر، نصرت مسعود اور شکیب جلالی وغیرہ نے بھی رثائی تلمیحات کا خوب استعمال کیا ہے۔ اسی طرح ان تلمیحات کے ساتھ ساتھ جدید اردو شعرا کے عمومی کلام پر کربلا سے جڑے ہوئے استعاروں اور علامتوں کا ایک مربوط نظام ملتا ہے۔ تشنگی، پیاس، دشت، صحرا، ظلم، انصاف، شور، محشر اور گریہ ایسی علائم ہیں جو مضامین کی معنویت کو بڑھا دیتی ہیں۔ یہ شعرا اپنی شاعری میں واقعہ کربلا کے استعاروں کو بجا طور پر جگہ جگہ بروئے کار لائے ہیں۔ انھی رثائی تلمیحات کے زیرِ اثر جدید اردو شعرا نے اپنی تقدیسی شاعری میں جو علائم اور تشبیہات و استعارات کا نظام قائم کیا ہے، اس پر مرثیہ کے جہاں قوی اثرات ہیں، وہاں اس پر اسلامی تعلیمات، قرآنی تلمیحات اور احادیث کے لٹریچر کا بھی نمایاں اثر دکھائی دیتا ہے جس کی وجہ سے ان کی شاعری میں مذہبی اثرات دوررس نظر آتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ میر تقی میر، کلیاتِ میر (لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء) ص۲۴۴2

2۔ مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ، دیوان غالب (لاہور، کاروانِ ادب، ۲۰۱۵ء،) ص۱۶۷

3۔ ایضاً، ص۱۹۰

4۔ ایضاً، ص۲۰۰

5۔ انیس، میر ببر علی، منتخب مراثی انیس، مرتب؛ مرتضیٰ حسن فاضل لکھنوی (لاہور: مجلس ترقی ادب، طباعت سوم، ۲۰۱۰ء) ص۵۰

6۔ ایضاً، ص۵۶

7۔ ایضاً، ص۷۸

8۔ دبیر مرزا سلامت علی، منتخب مراثی دبیر، مرتب ڈاکٹر ظہیر فتح پوری (لاہور: مجلس ترقی ادب طبع دوم، ۲۰۰۹ء) ص۱۱

9۔ ایضاً، ص۸۱

10۔ حیدر علی آتش، کلیاتِ آتش (لکھنو، مطبع منشی نول کشور، ۱۹۸۹)ء۲۹۰

11۔ بیدم شاہ وارثی، دیوانِ بیدم (لکھنو، صدیق بک ڈپو)، ص۸۳

12۔ ایضاً، ص۶۷

13۔ امیر مینائی، خیابان، آفرینش (دکن، دار المطبع حیدر آباد دکن،) ص۱۶۷

14۔ یاس یگانہ چنگیزی، مرتبہ مشفق خواجہ (کراچی، اکادمی بازیافت، ۲۰۱۵ء، ص۳۹۱

15۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال اردو (لاہور، اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۴ء) ص۲۸۱

16۔ ایضاً، ص۲۸۸

17۔ ایضاً، ص۴۷۸

19۔ ایضاً، ص۶۹۰

20۔ مصطفیٰ زیدی، کلیاتِ مصطفیٰ زیدی (فیصل آباد، صوفی اکرام پرنٹرز، ۲۰۱۲ء)، ص۶۹۱

21۔ افتخار عارف، مہرِ دونیم (دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۵ء) ص۱۶۱

22۔ پروین شاکر، مشمولہ: زرنگار، جنوری، ۲۰۱۵ء، علامہ ضیاء حسین ضیاء (فیصل آباد، زرنگار پبلشرز) ص۲۳۴

23۔ اقبال ساجد، مشمولہ: زرنگار، جون، ۲۰۱۶ء، علامہ ضیاء حسین ضیاء (فیصل آباد، زرنگار پبلشرز)، ص۳۷۸

24۔ شکیل جاذب، مشمولہ: زرنگار، جون، ۲۰۱۶ء، ص۲۶۷